ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.3 (2024)
(July to September)

نیر مصطفی کے فکشن میں مابعد جدید عناصر کا تنقیدی مطالعہ

Critical Review of Postmodern elements in the Fiction of Nayyar Mustafa

سائرہ صدف

لیکچرار، شعبہ اُردو، اسپائر کالج، ملتان

ڈاکٹر شعیبہ معید

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

ڈاکٹر عظمیٰ طارق

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج اصغر مال، راولپنڈی

Saira Sadaf
Lecturer, Department of Urdu, Aspire College, Multan
Dr. Shoaba Mueed
Assistant Professor , Department of Urdu, University of Sargodha, Sargodha
Dr. Uzma Shoukat
Assistant Professor, Department of Urdu. Graduate College Asghar Mall, Rawalpindi.

Abstract:
Nayyar Mustafa is a well-known Urdu fiction writer of new era. He is famous among Urdu critics and readers for his short stories, drama, flash fiction, neno fiction, dabble and postmodern approach in his narrative. In his novel "Dhishma" and collection of short stories "Totay Photay Logon Ki Factory." He used many postmodern techniques specially Irony, Intertextuality,Pastiche, Magical Realism, Black Humor, Historiographical Metafiction, Temporal Distortion and Paranoia. His diverse language is full of slangs, similes, black humor and deep poetic expression. In this article we will explore and analyses postmodern techniques to place his fiction in postmodern Urdu literature.

Keywords: Intertextuality, Magical Realism, Temporal Distortion, Black Humor, Paranoia, postmodern techniques.

بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں اردو فکشن، خاص طور پر اردو افسانہ پیچیدہ علامات، کہانی کی بنت اور موضوعات کے اکہرے پن کی وجہ سے مقبولیت کھونے لگا تو اردو ناقدین کے ہاں جن مباحث نے جنم لیا ان میں ایک بڑا سوال یہی تھا کہ شاید اردو فکشن بدلتی ہوئی دنیا اور عصری حسیت کو اپنا حصہ بنانے میں ناکام رہا ہے اور ان ناقدین نے اردو فکشن کی موت کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران اکیسویں صدی کا آغاز ہوا تو اردو فکشن کو ایسے اذہان میسر آئے جنہوں نے عالمگیریت کے اثرات لیے ہوئے ثقافتی زندگی، جدید ٹکنالوجی کے انسانی ذہن اور سماج پر اثرات، صارفی سماج کے مسائل، ماحولیاتی توازن کا بگاڑ اور معاشی دباؤ کے شکار سماج میں بننے والی نئی اقدار کو آج کے تناظر میں موضوع بنایا اور ساتھ ہی اس میں اسلوب، ہیئت اور تکنیک کے نئے تجربات کیے جن کی وجہ سے نئی صدی

کے آغاز میں ہی اردو فکشن نے ایک نئی کروٹ لی اور اردو میں ایسا فکشن سامنے آیا جسے عالمی سطح پر لکھے جانے والے فکشن کے مقابلہ میں رکھا جا سکتا ہے۔ اس فکشن نے نئے لکھنے والوں کو حوصلہ دیا اور جلد ہی اردو فکشن لکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور اردو فکشن نئے امکانات سے ہم کنار ہوا۔ یہ نئے فکشن نگار، کراچی، لاہور، اسلام آباد اور ملتان سے سامنے آئے اور یوں ملکی سطح پر ایک نئی تحریک ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے جس میں شامل فکشن نگاروں نے ایک نئے فکشن کی بنیاد رکھی اور فکشن کی نئی اصناف کو بھی اردو میں متعارف کروایا جن میں ناول، افسانہ اور ڈراما کے علاوہ مائیکرو فکشن، نینو فکشن، فلیش فکشن، ڈیبل اور شجرات شامل ہیں۔ یوں اردو فکشن نئے راستوں پر چلنا شروع ہوا۔ ان نئے فکشن نگاروں میں ایک اہم نام نیر مصطفی کا ہے۔

نیر مصطفی اکیسویں صدی کے ان پیش رو فکشن نگاروں میں شامل ہیں جنہوں نے فکشن کی نئی اصناف میں اظہار کیا اور پرانی اصناف کو نئے اور مابعد جدید اسلوب سے مزین کیا۔ اپنے عہد کو دیکھنے کی اس کے پاس اپنی ہی عینک ہے اور سماجی معیارات کو تولنے کے لیے نیا ڈیجیٹل ترازو ہے۔ پیچیدہ اور ادق معاملات کو وہ سادگی سے حل کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے فکشن میں بناوٹ نہیں ہے۔ ہمیں وہی دنیا ان کے ہاں نظر آتی ہے جو ہمارے آس پاس حقیقی صورت میں موجود ہے، اپنے ابہام اور تضادات کے ساتھ موجود ہے۔ نیر مصطفی نے اپنے ادبی سفر کے آغاز میں شاعری کی لیکن جلد ہی افسانہ کے میدان میں اترے اور دلجمعی سے اس سفر کو جاری رکھا۔ ان کا زیادہ تر اظہار اردو افسانہ میں ہی ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ادبی روداد، فلیش فکشن، شجرات، ڈراما، ناویلا کی صورت میں ان کی چھے کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی کئی کتابوں اور کہانیوں کو اردو فکشن کے طور پر ملکی سطح کے نمایاں اعزازات مل چکے ہیں۔ وہ ملتان آرٹس فورم اور فکشن کلب بہاولپور کے جنرل سیکرٹری اور صدر رہ چکے ہیں جہاں انہوں نے ایک متحرک ادبی اور مجلسی زندگی گزاری۔ وہ اپنے ابتدائی ادبی سفر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "کاشی" اور ایک کہانی جو نہیں ہے (ایک ہاری ہوئی کہانی) میرے ابتدائی افسانے ہیں۔ کاشی سب سے پہلے لکھا مگر دوستوں کو سنایا جانے والا افسانہ "ایک کہانی جو نہیں ہے" تھا۔ ادبی محفل میں پیش کی جانے والی تحریر "وہ، میں اور خدا" تھی۔ اس سے پہلے ایک افسانہ لکھا مگر وہ محفوظ نہ رہ سکا۔"(۱)

نیر مصطفی نے اپنے پہلے افسانوی مجموعے "نرکھ میں نرتکی" میں ہی کئی طرح کے تجربات کئے جو مابعد جدیدیت کے زمرے میں آتے ہیں۔

مابعد جدیدیت: نظری مباحث

انسان جس طرز کی زندگی صدیوں سے گزارتا آ رہا تھا، اکیسویں صدی کے آغاز میں وہ یکسر بدل گئی۔ اس تبدیلی نے کئی صدیوں کی یکسانیت کو چند برسوں میں یکسر بدل دیا۔ یہ بدلاؤ ادبی رویوں اور زاویوں میں بھی سامنے آیا۔ وہ آلات جو صدیوں میں انسان نے بنائے اور صدیوں تک استعمال کیے سمٹ کر سمارٹ فون میں آ گئے، دنیا کے آپسی رابطے بڑھے، عالمگیریت نے مختلف ثقافتوں اور زبانوں کو آپس میں مدغم کر دیا۔ اس سے پہلے مابعد جدیدیت کو لوگ صرف کتابوں میں پڑھ رہے تھے۔ انہیں اپنے سامنے ہر جگہ نظر آنے لگی۔ مابعد جدیدیت نے آغاز سے ہی مختلف متضاد اور عجیب رویوں کو اپنے قریب کیا۔ دیوندر اسر لکھتے ہیں:

> "مابعد جدیدیت کے تحت فکر و ادب اور معاشرے میں لامرکزیت، مقامیت، جوڑے دار اقدار، اقتدار اور مزاحمت، ردِ تشکیل یا لاتشکیل پر جو مباحث ہوئے ہیں، انہوں نے

کئی اہم سوالات اور متنازعہ مسائل کو جنم دیا ہے۔ ان مسائل اور سوالات کا بلاواسطہ تعلق ادب، فن اور ثقافت سے ہے۔(۲)

مابعد جدیدیت کے ضمن میں جو نظری مباحث سامنے آئے ان میں عالمیت، مقامیت، نسل، رنگ، قوم، مذہب، ذات، گروہ، طبقہ، سائنس اور جنس کے علاوہ وہ سماجی تضادات شامل ہیں جو مشرقی اور مغربی معاشروں میں نمایاں طور پر موجود ہیں۔ ان اختلافات اور تضادات کو بشریات، فلسفہ، تاریخ، سیاست، ادب، زبان اور فنون کی سطح پر جانچا گیا ہے۔ یہ سب مابعد جدیدیت میں آپس میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ تاہم مابعد جدیدیت کے نظری مباحث کو سماجی دائرے میں ہی پرکھا جاتا ہے۔ اس ضمن میں مابعد جدیدیت کا مرکزی تعلق ثقافت سے ہے اور آج کی سائبر ورلڈ میں ثقافتیں تیزی سے ایک دوسرے کے اثرات اپنا رہی ہیں۔ لوگ تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پر جاتے ہیں بالکل سیٹلائٹ کی طرح جو اوپر سے ہر لمحہ بدلتی دنیا کو دیکھ رہا ہے۔ بدلتی ثقافتیں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں۔

مابعد جدیدیت نے ثقافتی سطح پر ایک ایسا اشتراک قائم کیا ہے جس کی وجہ سے ہم مختلف خطوں اور زبانوں کے ادب، موسیقی اور فنون سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ مابعد جدیدیت نے الگ الگ اکائیوں کی صورت میں ایک نئی شعریات کو جنم دیا ہے جس کی وجہ سے مختلف مہابیانیوں کے درمیان سرحدیں مٹتی چلی جا رہی ہیں۔ مابعد جدیدیت چیزوں کی حاکمیت کو توڑتی ہے اور انہیں نئی چیزوں میں بدل دیتی ہے۔ یہ توڑ پھوڑ عالمی سطح پر مختلف زبانوں، مذہبوں، ثقافتوں، استعماریت، نوآبادیات، صنفی تضادات، طبقاتی تضادات کی صورت میں جاری ہے۔ مابعد جدیدیت کے نظریہ افتراق اور اضدادی جوڑوں کی رو سے یہ اختلافات ہی تضادات کو ابھار رہے ہیں۔ ردِ تشکیل کی مدد سے اس اقتداری لڑائی کو تیز کیا جا سکتا ہے۔ کسی بھی سماج میں فکری احساس، اخلاقیات، سیاسی حمایت اور چیزوں کا رد و قبول مابعد جدیدیت کے نظری مباحث سے بھی برآمد ہوتا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> ”مابعد جدیدیت ریاست کی فضا سے نکل کر نئے سماجی اور ثقافتی ڈسکورس میں شمولیت کا اعلان کرتی ہے۔ مابعد جدیدیت کے زیر اثر تخلیق کار مکمل ذہنی آزادی کو روا رکھتا ہے۔ کسی طے شدہ فکری نہج کو قبول نہیں کرتا۔ مابعد جدیدیت کا بیج اقتصادی، سماجی، سیاسی، ثقافتی اور ادب اور آرٹ کے حوالے سے مارکس کے خیالات سے ملتا ہے۔“(۳)

مابعد جدیدیت ساٹھ اور ستر کی دہائیوں میں اس وقت وجود میں آئی جب فرد اور سماج کا تعلق آپس میں ٹوٹ رہا تھا۔ سیاست، سماج، اقتدار، ثقافت، نظریے اور مہابیانے نشان زد ہو رہے تھے۔ سیاہ فام لوگوں کا احتجاج صنعتی انقلاب مل کر لامرکزیت کا سبب بنے۔ ژولاں بارتھ نے مصنف کی موت کا اعلان کیا تو ژاک دریدا نے ردِ تشکیل کے فلسفے کو بلند کیا۔ مخاطبہ ادبی تھیوری مل کر ایک تحریک کی صورت میں سامنے آئیں اور سب کچھ بدل گیا۔ دنیا کا کوئی مرکز نہیں رہا۔ مابعد جدیدیت کا مرکز لامرکزیت ٹھہرا۔ اس نے ادب اور فن میں نئی شعریات کو متعارف کروایا۔ آج فلم، فوٹو، فوٹو گرافکس، کمپیوٹر اور ماس ری پروڈکشن نے انسان کے ادب اور فن کے بارے میں تصور کو یکسر بدل دیا ہے۔ مابعد جدیدیت مابعد ساختیات کے ساتھ گہرا اشتراک کرتی ہے۔ مابعد جدیدیت نے متن اور ساخت کے نئے رشتے کو استوار کیا اور پڑھت کے نئے راستے دریافت کے۔

مابعد جدیدیت اور اردو فکشن:

اردو فکشن پر آغاز سے ہی غلامی، نو آبادیات، تقسیم، فسادات کے تصورات رائج رہے۔ فکشن میں علامت نگاری، تجریدیت کو اس قدر برتا گیا کہ قاری اس سے دور ہٹتا گیا۔ یہ مابعد جدیدیت تھی جس نے اردو فکشن کو پھر سے زندہ کیا ہے۔ آج قاری، مصنف اور کردار کے درمیان فرق ختم ہو گیا ہے۔ یہ سب ایک بھی ہو سکتے ہیں۔ افسانہ میں "سائبر پنگ" جیسی نئی اصناف نے جنم لیا۔ اسلوب اور تکنیک کی سطح پر اتنے تجربات ہوئے کہ فکشن بیسیوں نئی اقسام میں بٹ گیا۔ ژاک دریدا لکھتے ہیں:

> "مابعد جدیدیت نے یکے بعد دیگرے خدا، انسان مصنف، ادب اور آرٹ وغیرہ کی موت کی خبر دیتے ہوئے مژدہ سنایا ہے کہ حقیقت نام کی کوئی چیز نہیں۔ وہ محض سطح ہے، نشان ہے، چربہ ہے، شبہ ہے، جو بظاہر وہی حقیقت ہے اور حقیقت لا محدود ممکنہ ظاہری اشکال میں محض ایک عکس ہے۔(۴)

مابعد جدیدیت کے تحت اردو فکشن نئے اور انوکھے دور میں داخل ہوا جہاں بہت سے نئے سوالات ہیں کہ متن کب فکشن بنتا ہے، فکشن کی ضرورت اور اہمیت کیا ہے، فکشن میں یہ بدلاؤ کیوں آیا، میٹا فکشن، سر فکشن، سائنس فکشن، اور مائیکرو فکشن کیا ہیں اور کس طرح نئے عہد کے نئے انسان کو خود سے جوڑ کر رکھ سکتے ہیں۔ مابعد جدید فکشن شاعری کے قریب ہے۔ کثیر الجہتی ہے۔ اس نے مختلف اصناف کے درمیان فرق کو کم کر دیا ہے۔ ایک ہی صنف میں کئی اصناف کی جھلک ہے۔ اس نے جادوئی حقیقت نگاری، طنز، مزاح کو اردو فکشن کا حصہ بنایا۔ اس نے مختلف زبانوں کو ملا کر نئی زبان بنائی ہے۔ اس کا عمدہ اظہار ہمیں نیر مصطفی کے فکشن میں ملتا ہے۔ وہ سادہ بیانیے سے لے کر مابعد جدید اسلوب کو اپناتے ہوئے اپنے اظہار کو مختلف جہات میں لے جاتے ہیں۔ خاص طور ان کے فکشن میں جدید ٹیکنالوجی سے متاثر انسان نظر آتا ہے۔ نیر مصطفی کے فکشن میں انسان کی خواہشات کا خون ٹیکنالوجی کے ہاتھوں ہو رہا ہے۔ انسان اپنے رویوں اور روزمرہ زندگی میں مشینوں کا عادی ہو گیا ہے۔

اکیسویں صدی میں لکھے جانے والے مابعد جدید فکشن میں سے ایک اہم ناویلا جو ڈرامائی ہیئت میں لکھا گیا نیر مصطفی کا "ڈھشما" ہے۔ یہ فکشن پارہ مکمل طور پر مابعد جدید عناصر لیے ہوئے ہے۔ اس میں صارفیت کے زیر اثر پروان چڑھنے والی فری اکانومی مارکیٹ کو دکھایا گیا ہے جس سے متاثرہ تیسری دنیا کے افراد، انتشار، بے راہ روی، لایعنیت اور لامرکزیت وہ عناصر ہیں جو ایک مابعد جدید صورت حال کو بیدار کرتے ہیں۔ اس ڈراما میں تشکیک، طنز، ٹھٹھا اڑانا، چیزوں کو بدل کر دیکھنا اور مسلسل چیزوں کا رد اس کو مابعد جدید فکشن پارہ بناتا ہے۔ اس ڈراما میں پانچ ایکٹ ہیں جہاں ایک فلم کے انٹلیکچوئل پریمیر شو میں مشرق اور مغرب کے بڑے اذہان موجود ہیں جو ایک دوسرے کی بات اور فلسفہ سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ تھیٹر آف ایسرڈ کی تکنیک میں لکھا جانے والا یہ ناولٹ نیر مصطفی کی گوناگوں صلاحیتوں کو سامنے لے کر آتا ہے۔ وہ اس فن پارے کو بنیاد بنا کر مابعد جدیدیت کی رو سے مشرقی اور مغربی سماج کے سیاسی، سماجی، جنسی، مذہبی اور ثقافتی تضادات کو سامنے لے کر آتے ہیں۔ یہ سب اس قدر اچانک اور بے ساختہ پن سے ہوتا ہے کہ قاری صرف چونکتا ہی نہیں بلکہ اچھل اچھل پڑتا ہے۔ راشد سعیدی لکھتے ہیں:

> "اگرچہ ناول "ڈھشما" میں کہانی کا عنصر اپنی جگہ موجود ہے اور اہم ہے تاہم زیادہ اہمیت مکالموں اور ان سے پیدا ہونے والی صورت حال کو حاصل ہے۔ ناول کا ہر جملہ گنجینۂ معنی کا طلسم کہلانے کا حقدار ہے۔ نیر مصطفی کا یہ ناول "ڈھشما" ایک مابعد جدید ناول ہے۔"
> (۵)

''ڈھشما'' کا موضوع مابعد جدیدیت ہے، یہاں قاری کسی ایک نقطے پر ٹھہر نہیں سکتا۔ ناول میں واقعات اور صورت حال اتنی تیزی سے بدلتی ہے کہ قاری انہیں پکڑ نہیں سکتا۔ نیر مصطفی نے مختلف نظریات کو اس قدر تیزی کے ساتھ متن کا حصہ بنایا ہے کہ قاری اس بہاؤ کے سامنے رک نہیں سکتا۔ یہاں ناولٹ کی صورت میں میلوڈراما ہمارے سامنے ہے، وہ مِس ہوائی کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

> ''مس ہوائی ایک بندریا ہے۔ مس ہوائی امریکہ کی سب سے حسین بندریا ہے۔ مس ہوائی ہونولولو میں رہتی ہے۔ مس ہوائی ہپ ہاپ میوزک سنتی ہے۔ مس ہوائی کا پسندیدہ لباس بکنی ہے۔ مس ہوائی کا فگر 36-24-36 ہے۔''(۶)

کیا یہ تعارف کروانے کا انداز یکسر مختلف نہیں ہے۔ اس ناویلا میں برتی جانے والی تکنیک بھی مابعد جدید ہے۔ یہاں ایک فلم کے اندر ایک فلم کی کہانی بیان کی جاتی ہے جو ''Play in Play'' کہلاتی ہے۔ یہ دوہرے متن کا تجربہ ہے جو اردو فکشن میں بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔ نیر مصطفی نے دو کہانیوں کو آپس میں اس طرح ملا دیا ہے کہ ایک سطح پر وہ دونوں مختلف ہیں اور ایک سطح پر جڑی ہوئی ہیں۔ اس ناویلا میں متن، کہانی، اسلوب، کرافٹ، تکنیک، بیان اور پیشکش سب انوکھے ہیں۔ نیر مصطفی نے ان سب کو مختلف سمتوں میں جاری رکھا ہے۔ اس کے حوالے سے خالد سعید لکھتے ہیں:

> ''یہ ڈراما کی فارم میں Critic ہے۔ کردار Comic انداز میں سامنے آئے ہیں۔ ایک Counter Discourse کی روایت ہے، ماضی اور حال کے کرداروں کا منفرد Jumble Up ہے۔ نیر Talented ہے لیکن یہ ہمت کی بات ہے، اسے مختلف شہروں میں اسٹیج ہونا چاہئے۔ جیسے انڈیا میں پی۔ کے کاؤنٹر ڈسکورس کی صورت میں سامنے آیا۔ اسی طرح ڈھشما بھی ایک مابعد جدید پیشکش ہے۔(۷)

مابعد جدید فکشن کا ایک اہم عنصر Distortion ''انتشار'' ہے۔ یہ ان فن پاروں میں سامنے آتا ہے جہاں بکھراؤ کو دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ خاص طور پر ۱۱/۹ کے بعد کی دنیا کو دیکھیں تو وہ ہمیں انتشار کا شکار نظر آتی ہے۔ نیر نے اس ''انتشار'' کو اپنے فکشن میں تواتر سے برتا ہے۔ انہوں نے چیزوں کو فکشن کے کینوس پر بے ترتیب انداز میں بکھیر دیا ہے جیسے وہ ان کو سمیٹنا بھول گئے ہوں۔ یوں ہمیں ان کے فکشن کے بہت سے کردار ذہنی الجھنوں کا شکار نظر آتے ہیں جو جدید عالمی دنیا کی نفسیاتی حالت کو عیاں کرتے ہیں۔ ان کے افسانے ''گلوبل ویلیج'' سے یہ اقتباس دیکھئے:

> ''پپو شیشی کے منہ پر سختی سے اپنا ہاتھ جمائے اور بے پناہ رقص کے بعد تھکی ہاری اور سہمی ہوئی ہوائی کو اپنی کمر پر بٹھائے دریائے نیل کی طرف بھاگتا چلا جاتا ہے۔ مصری پولیس اور فوج کے اہل کار اس کا تعاقب کرتے ہیں مگر وہ اپنی رفتار بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ افغانی ریچھ سے لڑائی کے دوران اس کے ہاتھ پر بھی زخم آئے تھے۔ لہٰذا وائرس انہیں زخموں کے ذریعے اس کی ہتھیلی میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس کا شیشی کے اوپر جما ہوا ہاتھ تیزی سے گلنے سڑنے لگتا ہے۔ ٹھیک اسی لمحے وہ دریائے نیل میں چھلانگ لگا دیتا ہے۔''(۸)

درج بالا اقتباس میں ۱۱/۹ کے بعد افغانستان میں پیدا ہونے والی صورت حال کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہاں پپو کے ہاتھ وائرس لگنا اور اس سے پوری دنیا کے تباہ ہونے کا امکان افغانستان کی طرف اشارہ ہے۔ لوگ اپنے عہدے، رشتے، مرتبے بھول گئے ہیں۔ چیزیں اور اقدار بکھراؤ اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔

لامرکزیت مابعد جدیدیت کا ایک نمایاں عنصر ہے۔ اس کی حیثیت اساسی عنصر کی ہے۔ کوئی فن پارہ درست معنوں میں اسی وقت مابعد جدید ہو سکتا ہے جب وہ لامرکز ہو۔ نیر مصطفی کے فکشن میں لامرکزیت ملتی ہے۔ ان کے کردار آزادانہ سوچ کے حامل ہیں اور کسی ایک سمت میں نہیں رہتے۔ ان کے افسانے "بوڑھا چارلی اور ریمبراں" سے یہ اقتباس دیکھئے جس میں بات سے نئی بات کسی بھی وقت اچانک سے سامنے آ جاتی ہے اور ہم ایک مرکز سے دوسرے مرکز کی طرف بڑھنے لگتے ہیں لیکن جس مرکز سے جڑتے ہیں نیر اسے بھی بدل دیتے ہیں اور ہمارے سامنے عالمی دنیا کی اصل صورت حال سامنے آتی ہے جہاں کچھ بھی مستقل نہیں ہے۔ چیزیں ایک سمت سے دوسری سمت اور ایک مرکز سے دوسرے اور پھر لامرکز تک جاتی ہیں:

> "جیسے ہی گھڑیال نے چار بجائے ایک زور دار دھماکہ ہوا اور ساری بلائیں اتنی زور سے چیخیں کہ کمرے میں بھونچال آ گیا۔ وہ ایک جھٹکے سے فضا میں بلند ہوا اور عقبی دیوار سے جا ٹکرایا، جب تک اس کے اوسان بحال ہوئے اور عفریتوں کا ٹولہ کہیں غائب ہو چکا تھا۔ ٹھیک اسی لمحے ایک شخص نمودار ہوا جو بالکل ہو بہو اس جیسا مگر اس سے تھوڑا کم بوڑھا تھا ۔میرا نام ریمبراں ہے اور میں اب سے تمہارا غلام ہوں۔"(۹)

نیر کے فکشن کے کردار ایک عالمی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ وہ کسی ایک معاشرے یا جغرافیے میں قید نہیں ہیں۔ انہوں نے اردو فکشن میں لامرکزیت کے فلسفے کو عمدگی سے رائج کیا ہے۔ عمومی طور پر لوگ اپنے خطے یا شہر کی ثقافت کو دوسروں سے افضل سمجھتے ہیں اور دوسروں سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ دوسرے ملکوں کی زبان، فن، موسیقی، موسم اور لینڈ سکیپ سے گھٹن محسوس کرتے ہیں لیکن ہمیں نیر مصطفی کے ہاں ایک پھیلاؤ نظر آتا ہے۔ ضیغم رضا، نیر مصطفی کے افسانوں میں عالمگیریت کو یوں دریافت کرتے ہیں:

> "جی ہاں! میں بات کر رہا ہوں "اور کٹ ڈاٹ کام کی ایک پروفائل" کی۔ اصولاً ہمیں افسانہ عنوان سے ہی شروع کرنا چاہیے جو یہ عندیہ دے رہا ہے کہ یہ کہانی ایک ایسے خطے کی کہانی ہے جو لاتعداد خطوں کو موقع دیتا ہے کہ ایک دوسرے سے جڑ سکیں، یعنی سوشل میڈیا۔۔۔ یقیناً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دنیا کو ایک عالم گر گاؤں میں بدلنے کا ایک بنیادی ذریعہ میڈیا ہے۔ سو اس کہانی میں بھی ایک ایسی ویب سائٹ کا ذکر ہے جو مختلف خطوں، زبانوں اور ثقافتوں کو آپس میں جڑنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔"(۱۰)

نیر مصطفی کے فکشن میں کہانیوں کے عنوانات بھی دلچسپ، مزاح سے بھرپور، انوکھے اور تضادات کے حامل ہیں جو مابعد جدیدیت کے عناصر کی نمائندگی کرتے ہیں، مثلاً "نوانٹری"، "پوز"، "ڈی کنسٹرکشن"، "فیض والا لو"، "لا" تجرباتی جانور"، "ٹوٹے پھوٹے لوگوں کی فیکٹری"، "جوکومیٹری"، "وائس ورسا"، "ننگوں کے حمام میں"، "قاری صاحب کا ہٹلر"، "بگ برادر کا ڈنڈا"، "عضو تناسل سے محروم گھوڑوں کی پہیلی" اور "ایک سرقہ شدہ کتاب کی کہانی" ایسے ہی عنوانات ہیں جنہیں پڑھ کر ہم خوش، حیران، پریشان اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔

نیر مصطفی کے فکشن میں کردار ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ ایک دوسرے کو طنز اور تحقیر کا نشانہ بناتے ہیں، ایک دوسرے پر قہقہے اچھالتے ہیں۔ یہ کردار خود کو مسلسل نیا کرتے رہتے ہیں۔ ان کے مکالمے تجسس اور ذہانت سے بھرپور ہیں۔ یہ مکالمے دوہری پرت رکھتے ہیں جو قاری کو ایک الگ احساس سے روشناس کرواتے ہیں۔ ان کی کتاب "سینٹرل چوک" جو نیر مصطفی نے "ایک سرقہ شدہ کتاب کی کہانی" میں وہ مابعد جدید صورت حال کو سامنے لاتے ہیں جس میں وہ "مصنف کی موت" جیسی صورت حال کو زندہ کر دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہاں مصنف سے زیادہ متن کی اہمیت ہے۔ متن خود فیصلہ کرتا ہے کہ اس نے قاری پر کس درجہ کس وقت اور کسی انداز میں کھلنا ہے۔ وہ متن کی حاکمیت کے قائل ہیں۔ متن تجربات سے گزرتا ہے تو درست سمت میں آجاتا ہے۔ یہ اقتباس دیکھیے:

> "راقم چونکہ پسماندہ ملک کے نہایت پسماندہ علاقے سے تعلق رکھتا تھا اور یکے بعد دیگرے تین ناکام کتابوں کا مصنف تھا، لہٰذا مصنف کی موت کے بارے میں جان کر کافی خوفزدہ ہو گیا اور ایک عالم بدحواسی میں اپنی تینوں کتابیں عاق کر دیں جو احباب ان کتابوں کو پڑھنے کا شوق رکھتے تھے انہوں نے اس قدم کو سراہا اور مزید نہ لکھنے کی تاکید کی جس سے شہہ پا کر خاکسار نے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا۔" (۱۱)

نیر مصطفی نے اپنے فکشن میں مابعد جدید عناصر کو عمدگی سے برتا ہے۔ انہوں نے انسان کی منشا کو اولیت دی ہے، وہ آزادی اظہار کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ وہ انسان کو دیگر جانداروں سے مختلف دکھاتے ہیں لیکن بعض اوقات شدید طنز کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ یہ انسان ہی ہے جس نے دیگر جانداروں کے ماحول کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ یہ انسان ہی ہے جو اس دنیا پر فساد برپا کر رہا ہے، جو خود غرض ہے، لالچی ہے، بے ایمان ہے، نفرت کرنے والا ہے۔ نیر مصطفی نے اپنے فکشن میں انسان کے مختلف روپ پیش کئے ہیں جو تمام مابعد جدید صورت حال کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ کردار ایک پل میں اداس ہیں اور یاسیت کی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں تو دوسری طرف وہی انسان ہیں جو ہنس رہے ہیں، ایک دوسرے سے محبت، نفرت، حسد، عداوت، رقابت اور شفقت برتتے نظر آتے ہیں۔ ایسا اردو فکشن میں کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ نیر مصطفی کا فکشن آج کے مابعد جدید عہد میں سامنے آنے والے سوالات کا جواب دیتا ہے۔ ان کا اسلوب بے باک اور کھلا ہے۔ وہ بنیادی انسانی سوالات کو بار بار اٹھاتے ہیں جیسے یہ کائنات، یہ دنیا کیسے وجود میں آئی، اس کو تخلیق کرنے والا اگر کوئی ہے تو اس کو کس نے تخلیق کیا، خدا اور انسان کا رشتہ کیا ہے۔ نیر کے ہاں خدا ایک مرکز ہے اور لوگ اس مرکز کے گرد جمع ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ مرکز کو مانتے ہی نہیں۔ یہ اقتباس دیکھیے:

> "اگر آپ خدا کو نہیں مانتے اور معجزوں کو محض اتفاقی قرار دیتے ہیں تو مجھے آپ سے ہمدردی ہے کیونکہ آپ اپنی تشکیک بھری سوچوں کے اسیر ہو کر سچائی سے اتنا دور جا پہنچے ہیں جتنے فاصلے پر عین ریگستان کے وسط میں کھڑا کوئی شخص پانی کے چشمے سے ہو سکتا ہے۔ بدقسمتی سے کچھ عرصہ پہلے تک میں بھی آپ کا ہم نوالہ تھا۔ تقدیر کو دانشوروں کے تخیل سے بنا ہوا ایک بت سمجھتا تھا اور خدا کو دھندلا سا ایک ہیولا۔" (۱۲)

نیر مصطفی کے فکشن کا گھیر بہت بڑا ہے۔ وہ عالمگیریت، سیاست، مذہب، ثقافت، علم، دانش مندی کے حوالے سے آج کی کہانی لکھتے ہیں، مابعد جدید کہانی لکھتے ہیں اور قاری کو اپنے ساتھ شامل کر لیتے ہیں۔ اب قاری ان کے بس میں ہوتا ہے جسے کبھی وہ

دوڑاتے ہیں تو کبھی کسی باغ میں دیر تک سلاتے رہتے ہیں۔ ان کے موضوعات میں مابعد جدیدیت کو اسلوب بیان اور بنت کے حوالے سے برتتے ہیں۔

نیر مصطفی کے فکشن میں مابعد جدید عناصر:

نیر مصطفی نے اپنے فکشن میں اسلوبیاتی اور موضوعاتی سطح پر مابعد جدی تکنیکوں کا تواتر سے استعمال کیا ہے۔ مابعد جدیدیت ایسا ضابطہ، فکر، انداز اور فلسفہ ہے جس کی کوئی حتمی تعریف ممکن نہیں ہے۔ ناقدین نے اس کے مختلف پہلوؤں کو مختلف تناظرات کی صورت میں بیان کیا ہے۔ یہ ایک تکثیریت پسند فکر ہے جو اپنی ماہیت میں متضاد اور مختلف ہے۔ یہ ہر قسم کے لیبل کو مسترد کرتی ہے۔ خاص طور پر اس نے جدیدیت کی جاری روایات اور فلسفے کو چنوتی دی ہے۔ یہ ساختیات کے ضمن میں اپنے کام کو پھیلاتی ہے۔ یہ مابعد جدیدیت ہی ہے جس نے پوری دنیا کو ایک عالمی گاؤں میں بدلنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کے لیے میڈیا نے سب سے بڑے محرک کے طور پر کام کیا ہے جہاں دنیا کے کسی علاقے میں ہونے والے واقعے کی خبر کو چند منٹوں میں پوری دنیا میں پھیلا دیا جاتا ہے۔ مابعد جدید صورت حال نے ٹیلی کمیونی کیشن، میڈیا، گلوبلائزیشن، صنعتی سماج، صارفیت اور جدید ٹیکنالوجی جس میں سائی بورگ، روبوٹ اور کمپیوٹر شامل ہیں، کو امیجز کی طاقت سے ظاہر کیا ہے۔ مابعد جدیدیت نے نفسیات، فلسفہ، بشریات، تعمیرات، فلم، فن ادب اور میڈیا کے میدانوں میں اپنے اثرات کو نمایاں طور پر پیش کیا ہے جس کی وجہ سے صدیوں سے رائج تصورات بدل گئے ہیں۔ اس کے اہم عناصر درج ذیل ہیں:

۱۔ طنز مخفی (Irony)
۲۔ بین المتونیت (Intertextuality)
۳۔ فن مخطوطہ (Pastiche)
۴۔ جادوئی حقیقت نگاری (Magic Realism)
۵۔ سیاہ مزاح (Black Humor)
۶۔ تاریخی بیانیہ (Historiographic Metafiction)
۷۔ زمانی انتشار (Temporal Distortion)
۸۔ سنسنی خیزی (Paranoia)
۹۔ لسانی تنوع (Linguistic Diversity)
۱۰۔ لامرکزیت (No Center)

ذیل میں نیر مصطفی کے فکشن میں ان عناصر کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

۱۔ مخفی طنز (Irony):

طنز مابعد جدیدیت کی سب سے طاقتور ادبی تکنیک ہے جس کا استعمال کرتے ہوئے نیر مصطفی نے سماج کے تضادات، نظریاتی اختلافات کو اس طرح اجاگر کیا ہے کہ وہ ہمارے سامنے ایک غیر محسوس انداز میں آئے ہیں کہ ہم ان کو ایک مسکراہٹ یا ہنسی کی صورت میں قبول کرتے ہیں لیکن نیر مصطفی نے اس اختلاف کو اس قدر واضح کیا ہے کہ اس کی دوہری پرت بن گئی ہے جو سامنے ہے۔ وہ مضحکہ خیز صورت حال ہے لیکن اس کے پس پردہ کوئی گہری بات پوشیدہ ہے۔

"A situation in which something which was intended to have a particular result has the opposite or a very different result."(13)

نیر مصطفی کے فکشن میں اس کا عمدہ اظہار یوں سامنے آتا ہے:

"ٹرمپ (کندھے اچکاتے ہوئے): صاحبو! حیران میں اس بات پر ہوں کہ چار دانگ عالم میں آپ کی ذہانت اور صلاحیت کے چرچے ہیں اور آپ میں سے کسی ایک کو شک تک نہیں ہوا کہ یہ سب ڈراما بھی ہو سکتا ہے۔ فلم سے پہلے کی ایک فلم بھی تو ہو سکتی ہے۔ آخر نیویارک کا ایک پوش علاقہ ہے بھائی، سائبیریا یا عراق تو نہیں جو دن دیہاڑے ایسی واردات ہو جاتی۔

گرامچی: (ایک طنزیہ ہنکارہ بھرتے ہوئے): یہی تو خطرے کی اصل بات ہے کہ ہم نیویارک میں ہیں بھائیو، جب ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون پر حملہ ہو سکتا ہے تو پھر کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ دنیا غیر محفوظ ہو چکی ہے جس میں سب سے مرکزی کردار تمہاری گورنمنٹ، فوج اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ہے۔۔۔۔

شرم تو کو مگر نہیں آتی۔"(۱۴)

۲۔ بین المتونیت (Intertextuality):

بین المتونیت کی اصطلاح مابعد جدیدیت کی اہم ترین اصطلاحات میں سے ہے۔ جولیا کرسٹیوا نے اسے وضع کیا جس میں کسی بھی ایک متن میں متعدد متن موجود ہوتے ہیں۔ یہ متون ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر تخلیق کو ایک نئی وسعت دیتے ہیں۔ نیر مصطفی کے ہاں ہمیں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ اس کی موجودگی میں کوئی متن اپنی انفرادی حیثیت کھو دیتا ہے۔ اس ضمن میں سماجی اظہار کو کسی قصے کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے۔ نیر مصطفی نے کئی کہانیوں میں اس تکنیک کو اس انداز سے برتا ہے کہ اس کی کہانی کے اندر کئی ذیلی کہانیاں بیان ہوتی چلی گئی ہیں۔ یہ ذیلی کہانیاں اپنے طور پر مکمل کہانیاں ہیں اور یہ سب آپس میں اس طرح سے جڑتی ہیں کہ اس متن کی شان میں اضافہ ہوتا ہے۔ یوں مابعد جدیدین اسی راستے پر چلتے ہوئے بہت سی چیزیں، خواب، اسلوب، مزاح اور تعلیم ایک ساتھ چل رہی ہوتی ہیں جس سے اس کے نتائج میں فرق آتا ہے۔ اقتباس دیکھیں:

"مایوسی کی ایک برق رفتار لہر اٹھی اور اس کے وجود میں یوں گھستی چلی گئی جیسے برما لکڑی میں گھستا چلا جاتا ہے، وہ لب بھینچے پارک کے عقبی احاطے میں رکھی کرسیوں پر جا بیٹھا۔ اس نے ایک طویل ہنکارا بھرتے ہوئے ہوا میں گھونسا چلایا اور ویٹر کو بلانے کے لیے آواز لگانا چاہی تو ایک نیا انکشاف ہوا۔۔۔۔ اس کی آواز کہیں گم ہو چکی تھی۔۔۔۔ وہ بہت دیر تک اپنے حلق سے آوازیں برآمد کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر غوں غوں جیسی کچھ مبہم سی گونجیں اور بس۔۔۔۔۔"(۱۵)

۳۔ فنی مخلوطہ (Pastiche):

فنی مخطوطہ کی تکنیک بھی مابعد جدیدیت کی وہ تکنیک ہے جو بین المتونیت کے قریب ہے۔ اس سے مراد متن کی وہ قسم ہے جس میں دیگر اصناف سے اجزا ملے ہوئے ہوں۔ یہاں ناول، ڈرامہ اور فکشن کی دوسری اصناف کو یکجا کر دیا جاتا ہے۔ یہاں ہمیں کسی دوسرے فنکار کا اسلوب بھی اسی طرح سے نقل کیا ہوا ملتا ہے۔ یہاں اس اسلوب سے نئے پہلو تلاش کیے جاتے ہیں تا کہ موجودہ فن پارے میں معنی کے نئے امکانات پیدا ہو سکیں۔ ایک سطح پر یہ ترکیبی ترکیب ہے جس میں سابقہ ہیئتوں اور اسالیب کو ملا کر معنی کا نیا جہان سامنے لایا گیا ہے۔ نیر مصطفی کے ہاں ہمیں مابعد جدیدیت کی اس تکنیک کا استعمال عمدگی سے ملتا ہے جہاں وہ مختلف اسالیب اور مختلف اصناف کو ملا کر ایک نئے اسلوب اور صورتحال کو پیدا کرتے ہیں۔ یہ اقتباس دیکھیے:

> ''دس بائی دس کی بیرک ایک سرد جہنم کا سا منظر پیش کرتی ہے جہاں ہٹلر اور بدھ یوگا کے کنول آسن میں بیٹھے زندگی کی بے ثباتی اور سردی کی شدت کے بارے میں کافی غور و خوض کرتے ہیں۔
>
> ہٹلر: لارڈ بدھا! میں نے بچپن میں مرغیاں چرائیں، جوانی میں بلوے کیے اور ادھیڑ عمری میں یہودیوں کی کھالوں کے جوتے بنوا کر پہنے مگر ایک بار بھی قانون کی گرفت میں نہیں آیا اور آج جب مکتی کی تلاش اور نروان کی جستجو میں اپنے گھناؤنے وجود کی کینچلی اتار کر باہر نکلا ہوں تو مجھے بغیر کسی جرم کے گرفتار کر لیا گیا ہے۔۔۔۔ اسی اثنا میں تالا کھلنے کی آواز آتی ہے اور ایک سیاہ فام ادھیڑ عمر آدمی کو ان کی بیرک میں دھکیل دیا جاتا ہے۔''(۱۶)

۴۔ جادوئی حقیقت نگاری (Magic Realism):

جادوئی حقیقت نگاری جدید فکشن کی اہم تکنیک ہے۔ اس تکنیک کا استعمال کرتے ہوئے ان واقعات کو قابلِ قبول بنایا جاتا ہے جن کا ہم عمومی طور پر یقین نہیں کرتے۔ ان میں زیادہ طور پر مافوق الفطرت عناصر کو متن کا حصہ بنایا جاتا ہے۔ یہ عناصر متن میں موجود ہوتے ہوئے بھی متن کے اصل تناظر کو متاثر نہیں کرتے بلکہ اس کے معنی کی ترسیل میں معاونت کرتے ہیں۔ نیر مصطفی کے ہاں بھی ہمیں یہ تکنیک نظر آتی ہے۔ وہ بعض اوقات کرداروں کے ساتھ ماورائی صفات جوڑ دیتے ہیں۔ ان کے ہاں ہمیں کردار ایک دنیا سے دوسری دنیا میں جاتے، ہوا میں اڑتے اور اپنی ذہنی طاقت سے صورتحال کو بدلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ اقتباس دیکھیے:

> ''پہلی بار جب سویرا نے علی کو بتایا کہ وہ رنگوں میں سوچتی اور محسوس کرتی ہے تو وہ کافی دیر تک ہنستا رہا۔ جی اچھا یعنی آپ جناب کو سوتے ہوئے نیلا رنگ نظر آتا ہے۔ موتیے کی خوشبو ڈارک گرین ہوتی ہے اور چیئرمین صاحب کے چاروں طرف سفید رنگ کا دائرہ سا بن جاتا ہے۔۔۔۔۔ ہاہاہاہا۔''(۱۷)

نیر مصطفی نے ایک لڑکی کے احساسات کو رنگوں کی زبان میں اس طرح بیان کیا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ رنگ اصل میں ایک اور دنیا ہیں جہاں ان کے معنی لوگوں کی شخصیات کے تناظر میں کھلتے ہیں۔ وہ ایک رنگ کی تفصیل بیان کرتے ہیں تو جادوئی حقیقت نگاری کا استعمال کرتے ہوئے اسے اس اصل مقام سے ماورا کر دیتے ہیں۔

۵۔ سیاہ مزاح (Black Humor):

یہ مابعد جدیدیت کی ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں خوفناک، ڈراؤنے اور عجیب واقعات یا معاملات کو اس طرح سے پیش کیا جاتا ہے کہ وہ مزاحیہ انداز میں سامنے آتے ہیں یعنی ایک مشکل پیچیدہ صورتحال میں ہم قہقہے لگانا شروع کر دیں تو یہ سیاہ مزاح کہلائے گا یعنی کسی سنجیدہ اور اداس کیفیت کو مزاح کے انداز میں بیان کرنا۔ نیر مصطفی کے ہاں مابعد جدیدیت کی یہ تکنیک تواتر سے استعمال ہوئی ہے۔ وہ ہنسی اور شکست کے احساس سے مزاح پیدا کرتے ہیں کہ ایک سطح پر قاری اس صورتحال کا ادراک کرتا ہے تو دوسری طرف وہ مصنف کے ساتھ ساتھ ہنس بھی رہا ہے۔ وہ قہقہے لگاتا ہے لیکن اپنے دل میں اس صورتحال کا ماتم کر رہا ہوتا ہے۔ یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> ''ڈان کے بچے! تمہیں کس نے بتایا مجھے پھٹے ہوا لے ہوٹلوں کی چائے پسند ہے۔ شکل سے تو میں ٹرک ڈرائیور بالکل نہیں لگتا۔ ہاہاہا۔ بکواس نہ کر۔۔۔۔ اتنا بھی مسکوٹر نہیں ہوں۔ ۔۔۔۔ ٹھیک ہے میری سکولنگ دیہات کی ہے لیکن پچھلے سالوں سے جو یہاں جھک مار رہا ہوں وہ؟ تو بھی ایک نمبر کا بودم ہے۔ کہا تو ہے پچھے سے بالکل ورجن ہوں اور ویسے بھی نمبر دار کے اکلوتے بیٹے سے کوئی پنگا نہیں لیتا۔ ہاہاہا۔ نمبر دار کو اپنا باپ نہیں بنا رہا، سچ میں ایسا تھا۔''(۱۸)

نیر مصطفی نے فرد کے اندرونی جذبات کو بیان کرنے کے لیے ایک ایسی فضا تخلیق کی ہے جو سیاہ مزاح کے زمرے میں آتی ہے۔ وہ ایک سنجیدہ معاملے سے پہلے بار بار قہقہہ لگا رہے ہیں۔ اس کردار کو چھیڑ رہے ہیں۔

۶۔ تاریخی بیانیہ (Historiographic Metafiction):

تاریخی بیانیہ بھی بین المتونیت کی ایک مختلف شکل ہے جس میں فکشن کے ساتھ تاریخ کو اس انداز سے شامل کیا جاتا ہے کہ وہ اس متن کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ مابعد جدیدیت میں فکشن کو تاریخ کے ساتھ اس طرح سے شامل کیا ہے کہ اس میں تاریخ کے کئی حوالے سمٹ کر متن کا حصہ بن گئے ہیں۔ نیر مصطفی نے اپنے ڈرامے ''ڈھشما'' میں تاریخ کے حقیقی کردار اور واقعات کو لے کر ان کو فکشن کا حصہ بنا دیا ہے گویا یہاں ایک نئی تاریخ ہمارے سامنے لا دی ہے۔ انہوں نے جگہ جگہ تاریخ کو تخلیق کا حصہ بنایا ہے۔ ''ڈھشما'' میں جدید عہد کی اور قدیم عہد کی نفسیاتی، سماجی اور فلسفیانہ فکر کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ یہ اقتباس دیکھئے جہاں ہٹلر اور بدھ مکالمہ کر رہے ہیں:

> ''بدھ: (کنول آئین کو توڑ کر ڈالفن مچھلی کا پوز بناتے ہوئے): ہنسو بالک!۔۔۔۔ کھل کے ہنسو!۔۔۔۔ جب ہنستے ہو تو فطرت کی دیوی بھی تمہارے ساتھ مل کر خوب ہنستی ہے۔
>
> ہٹلر: (بدھا کے نئے آسن کی مضحکہ خیز پیروی کرتے ہوئے): اور جب ہم روتے ہیں، تو کیا ہوتا ہے؟
>
> بدھ: تب بس ہم ہی ہوتے ہیں!۔۔۔۔ رونا سب کو اکیلے ہوتا ہے۔
>
> ہٹلر: پیرو مرشد! غم پر قابو پانے کا طریقہ کیا ہے؟
>
> بدھ: زندگی کو دور سے دیکھو!
>
> ہٹلر: کتنی دور سے؟

بدھ: کبھی انچی ٹیپ سے ماپ کر تو نہیں دیکھا!۔۔۔۔ لیکن کم از کم سَو میٹر تو ضرور ہو۔"

(۱۹)

۷۔ زمانی انتشار (Temporal Distortion):

زمانی انتشار مابعد جدیدیت کی ایک اہم ترین تکنیک ہے جس میں لکھاری اپنے فن پاروں میں زمانے کے انتشار کو سامنے لاتا ہے۔ وہ کسی ایک زمانے تک محدود نہیں رہتا اور بار بار ماضی، حال اور مستقبل میں جست لگاتا رہتا ہے۔ نیر مصطفی نے یہ زمانی انتشار مختلف پہلوؤں اور صورتوں میں برتا ہے۔ ان کی اکثر کہانیوں کے کردار بار بار ماضی اور حال میں سفر کرتے ہیں۔ یہ اقتباس دیکھئے جہاں پپو نامی کردار ماضی کے سفر پر جا کر ایک جادوئی حقیقت نگاری کو دریافت کرتا ہے:

"پپو دیکھتا ہے کہ ایمبیسی کے سامنے ایک وسیع و عریض ریگستان ہے جس میں اکٹوپس نما درختوں کی بہتات ہے۔ یہ سارے درخت حیوان خور ہیں اور ان کی بقا خون کی مسلسل فراہمی سے مشروط ہے۔ اس ریگستان میں ننھے منے انڈین ہاتھی رہتے ہیں جو بہت کیوٹ اور امن پسند ہیں؛ اس ریگستان میں دیو ہیکل کشمیری خرگوش بھی رہتے ہیں جو نہایت اگلی اور خونخوار ہیں۔"(۲۰)

نیر مصطفی کے فکشن میں زیادہ تر کردار ماضی کے معروف فلسفی، شاعر، سیاستدان اور ادیب ہیں۔ وہ اپنے اپنے زمانوں سے بات کرتے ہیں اور ماضی سے حال اور مستقبل کے زمانوں میں جا کر اس کا موازنہ اپنے عہد سے کرتے ہیں۔ اس زمانی انتشار کے ذریعے ہم مابعد جدیدیت کے سب سے نمایاں پہلو لامرکزیت کو سامنے لاتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا کی موجودہ صورتحال سامنے آتی ہے کہ اب دنیا میں بکھراؤ، انارکی، سیاسی عدم استحکام اور جنگ کا دور ہے۔ یہاں کوئی مستقل مرکز نہیں رہا۔

۸۔ سنسنی خیزی (Paranoia):

سنسنی خیزی بھی مابعد جدیدیت کی اہم تکنیک ہے جہاں کسی فن پارے میں تشکیک، پہچان اور صورتحال کو اس طرح گھمبیر بنا کر بیان کیا جاتا ہے کہ قاری بار بار پہلو بدلتا ہے اور اس فن پارے کے حصار میں رہتا ہے۔ وہ بار بار فن پارہ کو پلٹ کر کبھی پیچھے سے پڑھتا ہے اور کبھی کر سوچتا ہے کہ اچانک یہ صورتحال کیسے پیدا ہو گئی۔ یہ اقتباس دیکھئے:

"ہٹلر (نہایت ناگواری سے): اے سفل اعظم! اے ارزلِ مطلق، تم وہ واحد غیر یہودی ہو جس سے میں یہودیوں جتنی نفرت کرتا ہوں!۔۔۔۔ ابھی کچھ دیر اور نہ آتے تو کون سی قیامت آ جاتی؟۔۔۔۔ بس ہمیں لارڈ بدھا کا شو دیکھنے کو مل جاتا اور سعید تو دھاڑیں مار مار کر رونے ہی والا تھا۔

سعید (ذرا کھسیاتے ہوئے): وہ تو ذرا میں ایکٹنگ کر رہا تھا۔ ادھر تمہاری توجہ ہٹتی، ادھر پستول چھین لیتا۔

گرامچی (سعید کی بات سن کر بُرا سا منہ بناتے ہوئے): جی بالکل!۔۔۔۔ ریکارڈ کی درستی کے لیے بتاتا چلوں، سعید صاحب پچھلے جنم میں ٹارزن اور اس سے پچھلے جنم میں کنگ کانگ تھے۔

سیمون (اپنے حواس بحال کرتے ہوئے): اگلے جنم موہے بٹیانہ کیجو!۔۔۔۔ اگلے جنم موہے بٹیانہ کیجو!

گوتم بدھ (ایک عالم اثبات میں آنکھیں موندے): تمام دکھ ہے!۔۔۔۔ تمام دکھ ہے!

والٹیر اس دوران ایک کرسی سنبھال چکا ہے جس پر حسبِ عادت (یا علت) اکڑوں بیٹھا ہے اور اس نئی صورتحال سے خوب لطف اندوز ہو رہا ہے۔"(۲۱)

۹۔لسانی تنوع(Linguistic Diversity):

نیر مصطفی نے مابعد جدیدیت کا عمدہ برتاؤ اسلوب کی سطح پر کیا ہے۔ ان کے ہاں ہمیں مختلف زبانوں کے الفاظ ملتے ہیں جس میں پنجابی، سرائیکی، اردو اور انگریزی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ پھر وہ مختلف کرداروں کے لہجے اور برتاؤ کو مختلف اشاروں اور امیجز کے ذریعے اس طرح عیاں کرتے ہیں کہ قاری ان کی زبان کے برتاؤ سے حیران ہوتا ہے لیکن یہ اس کردار یا صورتحال کو عمدگی سے بیان کرتا ہے۔ زبان کا یہ تنوع ان کے اسلوب کو مابعد جدید اسلوب بناتا ہے۔ یہ اقتباس دیکھیے:

"جگہ تو محفوظ ہے ناں؟ اکثر لوگ فوراً ہی لائن پر آجاتے ہیں۔

بمبو کوٹھی ہے یا سیٹھ! وہ بڑے اطمینان سے جواب دیتا ہے۔

ریٹ کتنا ہے؟

سنگل واری بیٹھنے کے چھے سو، دو واری لگانی ہو تو ہزار کی پتی۔

زیادہ تر لوگ محض یہی دو باتیں پوچھتے ہیں اور بحث کیے بغیر اس کے ساتھ چل پڑتے ہیں۔ البتہ چھوٹی عمروں کے لڑکے اتنی جلدی ہاتھ نہ آتے۔

یہ فور ایکشن کسے کہتے ہیں بھائی؟

واری کیا ہوتی ہے استاد؟

تیری بلی کے ہارن سیٹ ہیں نا؟

بیٹھیں گے کس طرح سے؟"(۲۲)

نیر مصطفی نے اپنے فکشن میں مابعد جدید عناصر کو پوری معنویت کے ساتھ برتا ہے جس کی وجہ سے ان کے فکشن میں ایک سحر کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے جو قاری کو مسلسل ایک امتحان کی کیفیت میں رکھتی ہے۔ انہوں نے مابعد جدید عناصر سے استعمال سے اردو فکشن کو ایک نئی وسعتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ ان کے ہاں کثیر زبانی اسلوب، سلینگ، تشبیہ، استعارات، تمثال نگاری، مکالمہ نگاری، طنز، مزاح، کردار نگاری اس انداز سے سامنے آئی ہے کہ وہ موجودہ دنیا کی گھبراہٹ، گھمبیرتا، نفسیاتی، معاشی، سیاسی، سماجی اور ثقافتی تناظرات میں سامنے آتی ہے۔ وہ صارفیت، صنعت، ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اجارہ داری کو بے نقاب کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک بڑی سطح پر توڑ پھوڑ کو بیان کرتے ہوئے ہمارے سماج کا اصل چہرہ ہمارے سامنے عیاں کیا ہے۔ ان کے ہاں جملے کی چستی، کہانی کی بُنت اور باتوں کو ادھورا چھوڑا کر معنی پیدا کرنے کی صلاحیت انہیں منفرد فکشن نگار بناتی ہے۔ وہ آج مابعد جدیدیت کے عناصر کو استعمال کر کے اپنے اظہار کو عمدہ پیرائے میں ڈھالتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں جس کی وجہ سے عمدہ فکشن اردو زبان و ادب کا حصہ بن رہا ہے جس میں صورتحال کا تجزیہ کرنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نیر مصطفی، نرکھ میں نرتکی، شجاع آباد بکس، شجاع آباد، ۲۰۰۶ء، ص۹

۲۔ دیوندر اسر، نئی صدی اور ادب، پبلشرز اور ایڈورٹائزر، دہلی، ۲۰۰۰ء، ص۱۲۲

۳۔ وزیر آغا، تنقیدی تھیوری کے سو سال، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص۱۴۹

۴۔ خرم شہزاد، ژاک دریدا کا تحریر اساس فلسفہ، سٹی بکس، کراچی، ۲۰۲۲ء، ص۳۵

۵۔ نیر مصطفی، ڈھشما، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۰ء، ص۱۵

۶۔ ایضاً، ص۵

۷۔ منور آکاش، کولاج۔۷، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص۶۶

۸۔ نیر مصطفی، ٹوٹے پھوٹے لوگوں کی فیکٹری، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۱ء، ص۹

۹۔ ایضاً، ص۲۶

۱۰۔ ایضاً، ص۱۵۸

۱۱۔ نیر مصطفی، سینٹرل چوک، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۱ء، ص۹

۱۲۔ نیر مصطفی، معنی کی تلاش، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۰ء، ص۷۲

13. Dictionary Cambridge, Org, Dated: 15-05-2024, 5:00PM

۱۴۔ نیر مصطفی، ڈھشما، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۰ء، ص۷۸

۱۵۔ نیر مصطفی، سینٹرل چوک، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۱ء، ص۹۰

۱۶۔ نیر مصطفی، ڈھشما، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۰ء، ص۵۶

۱۷۔ نیر مصطفی، ٹوٹے پھوٹے لوگوں کی فیکٹری، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۱ء، ص۴۰

۱۸۔ ایضاً، ص۸۲

۱۹۔ نیر مصطفی، ڈھشما، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۰ء، ص۵۳

۲۰۔ نیر مصطفی، ٹوٹے پھوٹے لوگوں کی فیکٹری، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۱ء، ص۸۷

۲۱۔ نیر مصطفی، ڈھشما، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۰ء، ص۵۸

۲۲۔ نیر مصطفی، ٹوٹے پھوٹے لوگوں کی فیکٹری، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۱ء، ص۴۸

References in Roman Script:

1.Nayyar Mustafa,Narkh mean Nartagi,ShujaAbad Books,ShujaAbad,2006,P.9

2.Devender Eser,Nai Sadi aur Adab, publashers aur edvisertiser, Dehli, 2000, P.122

3.Wazeer Agha,Tanqidi theory ky soo Saal, sanjh publications, Lahore, 2012, P.149

4.Khuram Shehzad, Jacques Derri ka tehrere–asas -falsafa, city books, Karachi, 2022,P.35

5. Nayyar Mustafa, Dhishma,City book point,Karachi,2020,P.15

6. Ibid ,P.5

7.Munawar Akaash,Kolaj-7,FictionHouse,Lahore,2019,P.66

8. Nayyar Mustafa, Toty photo logon ki factory,City book point,Karachi,2021,P.9

9. Ibid ,P.26

10. Ibid ,P.158

11. Nayyar Mustafa, Central chok,City book point,Karachi,2021,P.9

12. Nayyar Mustafa, Mani ki talash, City book point,Karachi,2020,P.72

13. Dictionary Cambridge, Org, Dated: 15-05-2024, 5:00PM

14. Nayyar Mustafa, Dhishma,City book point,Karachi,2020,P.78

15. Nayyar Mustafa, Central chok,City book point,Karachi,2021,P.90

16. Nayyar Mustafa, Dhishma,City book point,Karachi,2020,P.56

17. Nayyar Mustafa, Toty photo logon ki factory,City book point,Karachi,2021,P.40

18. Ibid ,P.82

19. Nayyar Mustafa, Dhishma,City book point,Karachi,2020,P.53

20. Nayyar Mustafa, Toty photo logon ki factory,City book point,Karachi,2021,P.87

21. Nayyar Mustafa, Dhishma,City book point,Karachi,2020,P.58

22. Nayyar Mustafa, Toty photo logon ki factory,City book point,Karachi,2021,P.48